



NAZMHUB

کلاس B-10 کا راز

mystery

مکمل کتاب - تمام 12 اقساط

اقساط کی فہرست

-Naye school mein admission lene wali Mahnoor ko Class 10

B ke baare mein ek ajeeb baat pata chalti hai — har saal ek student achanak school chhod deta hai, aur koi uske baare mein baat nahi karta. Dosti, himmat aur sach ki talaash ki

.yeh kahani har qist mein ek naya raaz kholti hai

1. قسط 1 — نیا اسکول، عجیب بات
2. قسط 2 — بند دروازہ
3. قسط 3 — دھول میں دبا خط
4. قسط 4 — جڑواں بھائی
5. قسط 5 — لال روشنائی
6. قسط 6 — سرخ کاغذ کا ٹکڑا
7. قسط 7 — دروازے کی دوسری طرف
8. قسط 8 — اندر سے آنے والی سرگوشی
9. قسط 9 — سرخ روشنائی کا راز
10. قسط 10 — ماہ نور کی حاضری
11. قسط 11 — چھٹا سایہ
12. قسط 12 — سچا نام

قسط 1 — نیا اسکول، عجیب بات

ماہ نور نے اسکول کے گیٹ پر قدم رکھا تو دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ نیا شہر، نیا اسکول، نئے چہرے — سب کچھ اجنبی تھا۔

"حوصلہ رکھو،" اس نے خود سے کہا اور دسویں جماعت کے کوریڈور کی طرف بڑھی۔

کلاس ٹین بی کا کمرہ کوریڈور کے بالکل آخر میں تھا۔ دروازے پر نیم پلیٹ لگی تھی، جس پر کسی نے مارکر سے ایک لکیر کھینچ رکھی تھی۔ ماہ نور نے غور سے دیکھا — لکیر کے نیچے ہلکا سا کچھ لکھا تھا، مگر پڑھا نہیں جاسکا۔

"تم نئی ہو؟" ایک لڑکی کی آواز آئی۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ "میں حرا ہوں۔ آؤ، میرے ساتھ بیٹھو۔"

پہلا دن توقع سے بہتر گزرا۔ حرا نے اسے سب سے ملوایا — شور مچانے والا دانیال، خاموش طبیعت فاترہ، اور کلاس کا سب سے ذہین لڑکا، ریان۔ سب خوش اخلاق تھے۔

مگر لنچ بریک میں ایک عجیب بات ہوئی۔

ماہ نور نے پوچھا، "تمہاری کلاس میں کتنے اسٹوڈنٹس ہیں؟"

حرا نے جواب دیا، "اٹھائیس۔"

"مگر حاضری رجسٹر میں تو انتیس نام تھے،" ماہ نور بولی۔ "میں نے دیکھا تھا۔ ایک نام پر ہر روز غیر حاضر کا نشان لگتا ہے۔"

حرا کا چہرہ ایک لمحے کے لیے سفید پڑ گیا۔ اس نے جلدی سے موضوع بدل دیا۔
"چلو، کینٹین چلتے ہیں۔"

مگر ماہ نور نے دیکھ لیا تھا۔ اور اس نے ایک اور بات بھی نوٹ کی۔ کلاس کے پچھلے کونے میں ایک ڈیسک خالی پڑا تھا۔ بالکل صاف ستھرا، جیسے کوئی وہاں بیٹھتا ہی نہ ہو۔ مگر اس ڈیسک پر ایک نام کندہ تھا۔

چھٹی کے بعد جب سب جا چکے تھے، ماہ نور واپس کلاس میں گئی۔ اس نے خالی ڈیسک پر جھک کر کندہ نام پڑھا۔
اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔

ڈیسک پر لکھا تھا: "ارہم۔ واپس آؤں گا۔"

اور اسی لمحے، بند کھرکی کے چھبے سے کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔
حالانکہ پوری منزل خالی تھی۔

ماہ نور نے سانس روک لی۔ قدموں کی آہٹ قریب آرہی تھی۔ مگر کوریڈور میں کوئی نہیں تھا۔

"کون ہے؟" اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

جواب میں صرف خاموشی تھی۔ پھر اچانک چوکیدار چاچا نمودار ہوئے، ہاتھ میں چابیوں کا کچھا۔

"بیٹی، تم ابھی تک یہیں ہو؟ اسکول بند ہونے والا ہے۔"

ماہ نور نے جلدی سے یگ اٹھایا۔ "جی چاچا، بس جا رہی تھی۔"

مگر گھر جاتے ہوئے اس کے ذہن میں ایک ہی نام گونج رہا تھا۔ ارہم۔

اگلے دن اس نے حرا سے پوچھا، "ارہم کون ہے؟"

حرا نے ادھر ادھر دیکھا، پھر دھیمی آواز میں بولی، "تمہیں کس نے بتایا؟"

"کسی نے نہیں۔ میں نے خود دیکھا۔ خالی ڈیسک پر اس کا نام کندہ ہے۔"

حرا خاموش ہو گئی۔ کافی دیر بعد بولی، "وہ کچھلے سال ہماری کلاس میں تھا۔ پھر

ایک دن اچانک غائب ہو گیا۔ نہ ٹی سی لی، نہ کسی کو بتایا۔ بس... غائب۔"

"اور اسکول نے کیا کیا؟"

"کچھ نہیں۔" حرا کی آواز میں خوف تھا۔ "پرنسپل صاحب نے کہا کہ اس کا داخلہ ہی کبھی نہیں ہوا تھا۔ مگر ماہ نور... میں نے خود اس کے ساتھ دو سال پڑھا ہے۔"

ماہ نور کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ "رجسٹر میں اتیسواں نام..."

"ہاں۔" حرا نے سر ہلایا۔ "وہی ارہم ہے۔ ہر روز غیر حاضر۔"

اس دن کے بعد ماہ نور نے فیصلہ کر لیا۔ وہ سچ جان کر رہے گی۔

مفتے کو جب اسکول میں صرف اضافی کلاسز ہو رہی تھیں، وہ دبے پاؤں اسٹور روم کی طرف گئی۔ کسی نے بتایا تھا کہ پرانے ریکارڈ وہیں رکھے ہیں۔

دروازہ کھلا تھا۔ اندر دھول بھری الماریاں تھیں۔ ماہ نور نے رجسٹر اٹھایا۔
پچھلے سال کا، کلاس ٹین بی کا۔

اس نے صفحے پلٹنے شروع کیے۔ جنوری... فروری... مارچ...

اور پھر اس کی انگلیاں رک گئیں۔

مارچ کے مہینے میں ارہم کے نام کے سامنے لال روشنائی سے کچھ لکھا تھا۔ ماہ نور نے قریب سے دیکھا۔

لکھا تھا: "اسے کچھ پتا چل گیا تھا۔"
ماہ نور کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ "کسے؟ کیا پتا چل گیا تھا؟"
اسی لمحے چھپے سے دروازہ بند ہونے کی آواز آئی۔
کمرے میں اندھیرا چھا گیا۔

قسط 3 — دھول میں دبا خط

ماہ نور کے سینے میں دل اس زور سے دھڑک رہا تھا کہ اسے لگا پورے کمرے میں گونج رہا ہے۔ دروازہ بند ہو چکا تھا۔ کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔

"چاچا!" اس نے آواز دی۔ "کوئی ہے؟"

جواب میں صرف کوریڈور کی خاموشی تھی۔

اس نے کانپتے ہاتھوں سے موبائل نکالا اور ٹارچ آن کی۔ روشنی کی پتلی سی لکیر دھول بھری الماریوں پر پھری۔ کچھلے سال کا رجسٹر اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا، اور اس پر لال روشنائی سے لکھے الفاظ جمک رہے تھے: "اسے کچھ پتا چل گیا تھا۔"

اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا۔ اس نے جلدی سے رجسٹر کے صفحے پلٹے۔ اپریل، مئی... مگر وہاں ارہم کا نام ہی نہیں تھا۔ جیسے وہ مارچ کے بعد رجسٹر سے مٹ گیا ہو۔

"نام مٹا نہیں سکے... صرف صفحہ پھاڑے ہیں،" ماہ نور نے سرگوشی کی۔ مارچ اور اپریل کے درمیان کا صفحہ واقعی پھاڑا ہوا تھا۔ کنارے پر صرف ایک لفظ باقی تھا۔ "تہہ خانہ۔"

اس کے کان کھڑے ہو گئے۔ تہہ خانہ؟ اسکول میں تہہ خانہ؟
 اسی لمحے باہر سے تالا کھلنے کی آواز آئی۔ ماہ نور نے جلدی سے ٹارچ بجھائی اور
 الماری کے چھبے دبک گئی۔ دروازہ چرما کر کھلا۔ کسی نے اندر قدم رکھا۔
 ٹارچ کی روشنی الماریوں پر ناچنے لگی۔ پھر ایک دھیمی آواز آئی۔ ایک لڑکے کی
 آواز:

"ارہم... تم یہیں ہونا؟"

ماہ نور کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ یہ تو ریان کی آواز تھی! کلاس کا سب سے
 ذہین لڑکا، جو ہمیشہ کتابوں میں کھویا رہتا تھا۔

ریان نے ایک الماری کے پچھلے حصے میں ہاتھ ڈالا اور کوئی چیز نکالی۔ پھر وہ
 جلدی سے باہر نکل گیا۔ دروازہ پھر بند ہو گیا۔ مگر اس بار باہر سے تالا نہیں لگا۔

ماہ نور باہر نکلی، سانس پھولی ہوئی تھی۔ ریان بھی اس راز میں شامل تھا؟ اس
 نے الماری کے پچھلے حصے میں ہاتھ ڈالا جہاں ریان نے کچھ رکھا تھا۔ یا نکالا تھا؟

اس کی انگلیوں کو ایک لفافہ ملا۔ پرانا، پیلا پڑا ہوا لفافہ، جس پر لال روشنائی سے
 لکھا تھا: "جو سچ ڈھونڈے، اس کے لیے۔"

ماہ نور نے لفافہ کھولا۔ اندر ایک پرانی تصویر تھی۔

تصویر میں دو لڑکے کھڑے تھے۔ ایک تو ارہم تھا۔ حرا نے اس کی تصویر دکھائی تھی۔ مگر دوسرے لڑکے کو دیکھ کر ماہ نور کی سانسیں تھم گئیں۔

وہ لڑکا... اس کی شکل بالکل ریان جیسی تھی۔

"ریان... اور ارہم... دونوں..." ماہ نور کے ہونٹ کانپے۔ "کیا یہ دونوں بھائی ہیں؟"

اور اسی لمحے، اس کے چہرے سے ایک آواز آئی: "لفافہ رکھ دو، ماہ نور۔"

قسط 4 — جڑواں بھائی

ماہ نور جم کر رہ گئی۔ اس کے ہاتھ میں لفافہ تھا، اور چھپے سے آنے والی آوازیں نہ غصہ تھا، نہ دھمکی — صرف ایک التجا۔

"لفافہ رکھ دو، ماہ نور۔ پلیز۔"

وہ آہستہ سے مڑی۔ ٹارچ کی مدھم روشنی میں ریان کھڑا تھا۔ اس کا چہرہ بیلا پڑا ہوا تھا، اور آنکھوں میں وہی خوف تھا جو صرا کی آنکھوں میں تھا۔

"ریان؟ تم... تم نے مجھے دیکھ لیا تھا؟" ماہ نور نے پوچھا۔

"میں نے تمہیں آتے دیکھا تھا۔" ریان نے دروازہ اندر سے بند کیا۔ "تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔"

ماہ نور نے تصویر اس کی طرف بڑھائی۔ "یہ تم ہو؟ یہ لڑکا... بالکل تم جیسا لگتا ہے۔"

ریان نے تصویر کو دیکھا، اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ "یہ میں نہیں ہوں، ماہ نور۔ یہ ارہم ہے... میرا جڑواں بھائی۔"

ماہ نور کی سانسیں رک گئیں۔ "جڑواں؟ مگر کسی نے کبھی نہیں بتایا کہ۔"

"کیونکہ اسکول نہیں چاہتا کہ کوئی جانے۔" ریان کی آواز ٹوٹ رہی تھی۔ "ارہم میرا بھائی تھا۔ ہم دونوں ایک ہی کلاس میں تھے۔ پھر ایک رات وہ گھر نہیں آیا۔"

"کیا ہوا تھا اس رات؟"

ریان نے گہری سانس لی۔ "اسے کچھ پتا چل گیا تھا۔ اسکول کے تہہ خانے کے بارے میں۔ وہ کہتا تھا کہ وہاں کچھ ایسا ہے جو پرنسپل صاحب چھپا رہے ہیں۔ اس رات وہ تہہ خانے گیا تھا... اور پھر کبھی واپس نہیں آیا۔"

"اور پولیس؟ تمہارے امی ابو؟"

"سب نے کوشش کی۔" ریان نے سر جھکایا۔ "مگر اسکول نے کہا کہ ارہم کا داخلہ ہی کبھی نہیں ہوا۔ کوئی ریکارڈ نہیں، کوئی ثبوت نہیں۔ جیسے وہ کبھی تھا ہی نہیں۔ میرے امی ابو ٹوٹ گئے، ماہ نور۔ اور مجھے... مجھے خاموش رہنے کو کہا گیا۔"

ماہ نور کے دل میں ایک عجیب سا درد اٹھا۔ "مگر تم خاموش کیوں ہو؟ وہ تمہارا بھائی تھا!"

"کیونکہ جو بھی سچ ڈھونڈتا ہے، وہ غائب ہو جاتا ہے!" ریان کی آواز اچانک تیز ہو گئی۔ پھر وہ نرم پڑا۔ "دیکھو، میں نہیں چاہتا کہ تمہارے ساتھ بھی وہی ہو۔ لفافہ واپس رکھ دو۔ بھول جاؤ یہ سب۔"

اسی لمحے باہر کوریڈور میں قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ ریان نے جلدی سے لفافہ الماری میں واپس رکھا اور کھرکی کی طرف بڑھا۔ "چاچا آرہے ہیں۔ میں نکلتا ہوں۔ تم ایسے ظاہر کرو جیسے کچھ نہیں ہوا۔"

وہ کھرکی سے باہر نکل گیا۔ ماہ نور نے جلدی سے رجسٹر واپس رکھا اور باہر نکل آئی۔ چاچا نے اسے دیکھا تو مسکراتے، "بیٹی، تم پھر یہیں؟"

مگر گھر جاتے ہوئے ماہ نور کے ذہن میں ریان کے الفاظ گونج رہے تھے۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ رکے گی نہیں۔

اگلے دن اسکول میں، لنچ بریک کے دوران، حرا اس کے پاس آئی۔ اس کا چہرہ سفید پڑا تھا۔

"ماہ نور..." حرا کی آواز کانپ رہی تھی۔ "آج صبح میرے ڈیسک پر ایک پرچی ملی ہے۔"

اس نے پرچی ماہ نور کے ہاتھ میں دی۔ اس پر لال روشنائی سے لکھا تھا:

"اپنی دوست کو سمجھاؤ۔ سچ ڈھونڈنا بند کرے۔ ورنہ اگلا نام اس کا ہوگا۔"

ماہ نور کے ہاتھ کانپنے لگے۔ پرچی کے نیچے ایک اور سطر تھی، چھوٹے حروف
میں:

"تہہ خانے سے"

ماہ نور نے پرچی کو مڑ کر دیکھا۔ وہی لال روشنائی، وہی موٹی لکھائی۔ بالکل اس پہلی پرچی جیسی جو انہیں تہہ خانے میں ملی تھی، جس پر لکھا تھا "اسے کچھ پتا چل گیا تھا۔"

مگر حرا رو رہی تھی۔ "ماہ نور، یہ... یہ میرے ڈیسک پر کیسے آئی؟ میں نے کسی کو نہیں دیکھا!"

"گہراؤ نہیں۔" ماہ نور نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "ہم پتہ لگائیں گے کہ یہ کس نے رکھی۔ بتاؤ، صبح تم کہاں تھیں جب یہ آئی؟"

"اسمبلی میں۔ میرا بیگ ڈیسک کے نیچے تھا۔ جب واپس آئی تو پرچی کتابوں کے درمیان رکھی تھی۔"

لنچ بریک میں انہوں نے فاتزہ کو بتایا۔ فاتزہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔ "سنو، مجھے کچھ یاد آیا! صبح جب میں پانی کی بوتل بھرنے گئی تھی، تو ہماری کلاس سے ایک لمبا لڑکا نکل رہا تھا۔ سینئر لگ رہا تھا، دسویں A والا۔ وہ بہت جلدی میں تھا۔"

"اس کا چہرہ دیکھا؟" ماہ نور نے پوچھا۔

"نہیں... اس نے منہ دوسری طرف کر لیا تھا۔" فائزہ نے سر ہلایا۔ "مگر اس کے ہاتھ میں... مجھے لگتا ہے اس کے ہاتھ میں کچھ لال سا تھا۔ شاید قلم؟"

اسی وقت دانیال بھی وہاں آگیا۔ اس نے چاروں طرف دیکھا اور آہستہ سے بولا، "تم لوگ تہہ خانے کے بارے میں بات کر رہے ہو؟ ایک بات سنو۔ پچھلے مہینے میں نے چاچا کو دیکھا تھا۔ شام کو، جب سب گھر جا چکے تھے۔ وہ تہہ خانے کے دروازے کو چابی سے کھول رہے تھے۔"

"چاچا؟" ماہ نور حیران ہوئی۔ "مگر انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ دروازہ دس سال سے نہیں کھلا!"

"ہاں، اور یہی تو عجیب بات ہے۔" دانیال نے کہا۔ "میں نے انہیں اندر جاتے دیکھا، اور ان کے ہاتھ میں ایک لال قلم بھی تھا۔ بالکل اسی طرح کی روشنائی والا۔"

ماہ نور کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ کیا چاچا ہی پرچیاں لکھ رہے ہیں؟ مگر وہ تو ہمیشہ اتنے مہربان رہے ہیں... اور ریان نے بھی انہی کے آنے کی خبر پر بھاگنے کا فیصلہ کیا تھا۔

اس نے دونوں پرچیوں کو ساتھ رکھ کر غور سے دیکھا۔ اور تب اس نے وہ چیز دیکھی جس سے اس کے ہاتھ ٹھٹھر گئے۔

پہلی پرچی کی لکھائی گول اور دھیمی تھی — جیسے لکھنے والا جلدی میں نہ ہو۔ اس
نئی پرچی کی لکھائی تیز، نوکیلی اور کانپتی ہوئی تھی۔

یہ دو مختلف ہاتھوں کی لکھائی تھی۔

"حرا..." ماہ نور کی آواز سرگوشی میں ڈوب گئی۔ "یہ پرچی اس نے نہیں لکھی جس
نے پہلی پرچی لکھی تھی۔"

"تو پھر؟" فاترہ نے ڈرتے ہوئے پوچھا۔ "پہلی پرچی کس نے لکھی تھی؟"

اسی لمحے کلاس روم کا دروازہ دھیرے سے کھلا۔ چاچا اندر آئے۔ اور ان کی نظر
سیدھی ماہ نور کے ہاتھ میں پکڑی لال پرچی پر پڑی۔ ان کا چہرہ اچانک سفید پڑ
گیا۔

"بچی..." ان کی آواز کانپ رہی تھی۔ "تم نے... یہ پرچی کہاں سے لی؟"

دانیال کی بات سنتے ہی مہنور کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔

"ہو سکتا ہے... وہ ہی ہو جس نے ہرا کے ڈیسک میں نوٹ رکھا تھا؟" حرا نے دھیمی آواز میں کہا۔

مہنور نے انکار میں سر ہلایا، مگر دل اندر سے لرز رہا تھا۔ "نہیں، حرا۔ ہم بغیر ثبوت کے کسی پر الزام نہیں لگائیں گے۔ چاچا ہمارے لیے... وہ تو ہم سب کے لیے چائے لاتا ہے جب ہم دیر تک لائبریری میں پڑھتے ہیں۔"

"تو پھر ثبوت ہی ڈھونڈ لیتے ہیں!" دانیال نے عینک سیدھی کی اور ایک خفیہ ایجنٹ کی طرح آواز میں سسپنس ڈالا۔ "کل چھٹی کے بعد ہم اسکول میں رکیں گے اور چاچا کی نگرانی کریں گے۔ آپریشن کا نام... 'آپریشن سرخ قلم'!"

فائزہ نے ہنستے ہوئے اس کے کندھے پر مارا۔ "پہلے تو تم 'آپریشن' کی جاسوسی میں اس قدر خاموش رہو کہ تمہارے پیٹ کی گرگڑاہٹ تمہیں پکڑوا نہ دے۔"

سب ہنس پڑے، اور ایک لمحے کے لیے وہ خوف جو ان کے دلوں میں بیٹھا تھا، ہلکا سا چھبھٹ گیا۔

اگلے دن چھٹی کے بعد تینوں نے بہانہ بنایا۔ "میڈم، ہماری کاپی کلاس میں رہ گئی ہے۔" استانی نے اجازت دے دی۔ وہ کوریڈور کے آخر میں دیوار کے چھبے دبک گئے، جہاں سے تہہ خانے کی سیڑھیاں صاف نظر آتی تھیں۔

چاچا آیا۔ اس کے ہاتھ میں چابیوں کا گچھا تھا۔ اس نے دائیں بائیں دیکھا، پھر جھک کر تالے میں چابی گھمائی۔ دروازہ چرچراہٹ کے ساتھ کھلا۔

دانیال آہستہ سے سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ "رکو!" مہنور نے اس کا ہاتھ پکڑا۔
"پہلے دیکھو۔"

سیڑھیوں کے نیچے، دھول میں، سرخ کاغذ کا ایک پھٹا ہوا ٹکڑا پڑا تھا۔ مہنور نے اٹھایا۔ اس پر سرخ روشنائی میں صرف دو الفاظ تھے۔ "وہ جانتا"۔ باقی حصہ پھٹا ہوا تھا۔

مہنور کے ہاتھ کانپنے لگے۔ "وہ جانتا... وہ کیا جانتا ہے؟ کون جانتا ہے؟"

"شاید چاچا کچھ چھپا رہا ہے،" حرا نے کہا۔ "یا شاید کوئی چاچا کو پھنسانا چاہتا ہے؟ سوچو۔ اگر چاچا واقعی نوٹ لکھنے والا ہوتا، تو وہ سرخ کاغذ کا ٹکڑا یہاں کیوں چھوڑتا؟"

مہنور کو حرا کی بات میں دم لگا۔ اس نے ٹکڑا اپنی جیب میں رکھا اور فیصلہ کیا کہ اب وہ چاچا سے خود بات کرے گی۔ ڈر کے مارے نہیں، سچ جاننے کے لیے۔

وہ تینوں چاچا کے چھوٹے سے کمرے کی طرف بڑھے۔ دروازہ آدھا کھلا تھا۔
اندر چاچا میز پر جھکا کچھ لکھ رہا تھا۔
مہنور نے ہمت کر کے دروازہ کھٹکھٹایا۔

چاچا نے چونک کر سر اٹھایا۔ اس کی آنکھوں میں حیرانی تھی... اور کچھ اور بھی
— جیسے وہ انہیں وہاں دیکھ کر ڈرا ہوا ہو۔ اس نے جلدی سے میز پر پڑا کاغذ الٹا
کر دیا۔

"بچو؟ تم لوگ ابھی تک یہیں ہو؟" اس کی آواز میں وہ گرمجوشی نہیں تھی جو
ہمیشہ ہوتی تھی۔

"چاچا،" مہنور نے جیب سے سرخ کاغذ کا ٹکڑا نکالا اور اس کی طرف بڑھایا۔ "یہ
آپ کا ہے؟"

چاچا نے ٹکڑے کو دیکھا۔ اس کا چہرہ ایک دم سفید پڑ گیا۔ اس نے کچھ کہنے کے
لیے منہ کھولا۔

اور اسی لمحے، تہ خانے کی طرف سے ایک زوردار دھماکے کی آواز آئی۔
تینوں نے چونک کر اس طرف دیکھا۔ چاچا بھی۔

پھر... خاموشی میں، تہہ خانے کے بند دروازے کے پیچھے سے کسی نے تین بار
دستک دی۔

ٹھک۔ ٹھک۔ ٹھک۔

چاچا کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اس نے دھیمی، ٹوٹی ہوئی آواز میں کہا: "وہ... وہ
اب بھی وہیں ہے۔"

قسط 7 — دروازے کی دوسری طرف

تہہ خانے کے دروازے کے چھبے سے آنے والی آواز نے کمرے کی ہوا ہی بدل دی۔

ٹھک۔ ٹھک۔ ٹھک۔

ماہ نور کے دل کی دھڑکن اتنی تیز تھی کہ اسے لگا کہ اس کی آواز دروازے کے چھبے سے آنے والی دستک سے مل جائے گی۔ حیرہ نے اس کا ہاتھ اتنی زور سے پکڑ رکھا تھا کہ انگلیاں سفید پڑ گئی تھیں۔ دانیال، جو ہر ڈراؤنے لمحے کا مذاق اڑانے کا عادی تھا، اس بار بالکل خاموش تھا۔ اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔ فائزہ اور ریان دروازے کے قریب ہی کھڑے تھے، ایک قدم چھبے ٹپنے کو تیار۔

اور چاچا... چاچا کی آنکھوں میں آنسو تھے، اور ان کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔

"وہ... وہ اب بھی وہیں ہے،" چاچا نے سرگوشی میں کہا۔

"کون؟" ماہ نور نے ہمت کر کے پوچھا۔ اس کی آواز کانپ رہی تھی، لیکن وہ چھبے نہیں ہٹی۔ "چاچا، آپ کو معلوم ہے نا؟ بتائیے۔ وہاں اندر کون ہے؟"

چاچا نے سر ہلایا، جیسے برسوں پرانا بوجھ ان کے کندھوں پر آن پڑا ہو۔ انہوں نے دروازے کی طرف دیکھا، پھر بچوں کی طرف۔

"میں... میں سب کچھ نہیں بتا سکتا،" انہوں نے آہستہ سے کہا۔ "لیکن اتنا سن لو۔ یہ دستک... انہوں نے رکا،" یہ دستک ہر سال اسی مفتے میں سنائی دیتی ہے۔ جس مفتے وہ... جس مفتے وہ غائب ہوا تھا۔"

"ارحم؟" حیرہ نے دھیرے سے کہا۔

چاچا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ "تمہیں اس کا نام کیسے معلوم؟"

"ہمیں نوٹ ملے ہیں،" دانیال نے جلدی سے کہا، اب اس کی زبان کھل گئی تھی۔ "سرخ روشنائی والے نوٹ۔ اور ان میں سے ایک پر لکھا تھا 'اسے کچھ پتا چل گیا تھا'۔ چاچا، تالا... یہ تالا دس سال سے نہیں کھلا تھا، لیکن آپ نے اسے کھولا۔ آپ کے پاس چابی تھی۔ اور سرخ قلم بھی۔"

چاچا کا چہرہ پھر سفید پڑ گیا۔ "وہ قلم... وہ میرا نہیں تھا۔" انہوں نے جیب سے ایک سرخ قلم نکالا اور اسے دیکھا جیسے پہلی بار دیکھ رہے ہوں۔ "یہ مجھے تہہ خانے کے دروازے کے پاس ملا تھا۔ اسی صبح جس صبح..." انہوں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

اسی لمحے دروازے کے چھبے سے پھر آواز آئی۔

ٹھک۔ ٹھک۔ ٹھک۔

لیکن اس بار کچھ مختلف تھا۔ دستک... جیسے انتظار کر رہی ہو۔ جیسے کوئی جواب چاہتا ہو۔

ماہ نور کے ذہن میں ایک خیال کوندا۔ اس نے ایک قدم آگے بڑھایا۔ حیرہ نے اسے روکنے کی کوشش کی، لیکن ماہ نور نے اس کا ہاتھ نرمی سے ہٹا دیا۔

"اگر تم ہمیں سن سکتے ہو،" ماہ نور نے دروازے سے کہا، اس کی آواز صاف تھی، "تو ایک بار دستک دو۔"

خاموشی۔

بچوں نے سانس روک لی۔ چاچا نے ماہ نور کی طرف دیکھا، ان کی آنکھوں میں خوف اور امید دونوں تھے۔

پھر۔

ٹھک۔

صرف ایک بار۔ ایک دھیمی، بھاری دستک۔

دانیال کی آنکھیں پھیل گئیں۔ "آپریشن دستک۔ کامیاب! یہ تو جواب دے رہا ہے!"

"چپ!" فاترہ نے سرگوشی کی۔

ماہ نور کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اس نے ایک اور سوال سوچا، وہ سوال جو اسے ہفتوں سے ستا رہا تھا۔ اس نے منہ کھولا۔

اور اسی لمحے تہہ خانے کے دروازے کا تالا خود بخود کلک کی آواز کے ساتھ کھل گیا۔

قسط 8 — اندر سے آنے والی سرگوشی

تالا کھلا تو دروازہ خود نہیں کھلا۔ وہ صرف ایک انچ ہلا۔ اتنا کہ اس کی درز سے ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا نکلا، اور اس کے ساتھ ایک بو: پرانی کتابوں کی، اور سرخ روشنائی کی۔

ماہ نور نے ہاتھ بڑھایا۔ حیرہ نے اس کی کلائی پکڑ لی۔ "رکو۔"

"ہم نے پوچھا تھا،" ماہ نور نے آہستہ کہا۔ "اس نے جواب دیا۔ اب سمجھ بٹنا بے ایمانی ہوگی۔"

اس نے دروازہ دھکیلا۔

اندر ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ اتنا چھوٹا کہ پانچ بچے اور چاچا اس میں بمشکل سما سکے۔ ایک میز، ایک کرسی، اور دیوار پر ایک تختی جس پر دھندلے حروف میں لکھا تھا: "ریکارڈ روم"۔ میز پر ایک رجسٹر کھلا پڑا تھا۔ اور رجسٹر کے پاس — ایک سرخ قلم۔

دانیال کی سانس رک گئی۔ "وہی قلم۔ چاچا والا۔"

"نہیں،" چاچا کی آواز کانپ رہی تھی۔ "میرا والا میری جیب میں ہے۔" انہوں نے جیب سے اپنا قلم نکالا۔ دونوں قلم ایک جیسے تھے۔ بالکل ایک جیسے۔

فاترہ میز کے قریب گئی۔ "یہ رجسٹر... یہ تو حاضری کا رجسٹر لگتا ہے۔" اس نے صفحہ پلٹا۔ "دیکھو۔ یہاں نام ہیں۔ پرانے نام۔" اس کی انگلی ایک نام پر رک گئی۔ "ارحم۔"

سب اس کے گرد جمع ہو گئے۔ ارحم کے نام کے سامنے تاریخ تھی۔ اسی صفحے کی، دس سال پہلے۔ اور نام کے آگے، سرخ روشنائی میں، ایک لفظ: "موجود۔"

"موجود؟" ریان نے دہرایا۔ "یعنی... وہ اس دن اسکول میں تھا؟" مگر اسکول کہتا ہے وہ کبھی داخل ہی نہیں ہوا، "حیرہ نے سرگوشی کی۔"

ماہ نور نے اگلا صفحہ پلٹا۔ وہ خالی تھا۔ اس سے اگلا بھی۔ اور پھر۔ آخری صفحہ۔ اس پر تازہ سرخ روشنائی میں لکھا تھا، اتنی تازہ کہ روشنائی اب بھی چمک رہی تھی:

"اگر یہ دروازہ پھر کھلے تو سمجھ لینا۔ اس نے مجھے ڈھونڈ لیا ہے۔ اور اب وہ تمہیں بھی ڈھونڈے گا۔"

"اس نے؟" ماہ نور کے ہونٹ کانپے۔ "کون اس ہے؟"

چاچا میز سے پیچھے ہٹ گئے تھے۔ ان کا چہرہ پسینے سے تر تھا۔ "چاچا،" ماہ نور نے نرمی سے پوچھا، "یہ دروازہ آپ نے بند کیا تھا؟"

چاچا نے سر جھکایا۔ "پرنسپل صاحب کے حکم پر۔ انہوں نے کہا تھا۔ اس کمرے میں جو کچھ ہے، وہ اسکول کی بدنامی ہے۔ میں نے تالا لگایا اور چابی... چابی میں نے اسی دن نہر میں پھینک دی تھی۔" انہوں نے خالی ہاتھ پھیلا دیے۔ "پھر یہ چابی میرے پاس کیسے آئی؟ یہ قلم دروازے کے پاس کیسے آیا؟ میں نہیں جانتا، بچو۔ میں قسم کھاتا ہوں، میں نہیں جانتا۔"

اسی لمحے اوپر سیڑھیوں سے قدموں کی آہٹ آئی۔ بھاری، نپے تلے قدم۔
چاچا کا چہرہ سفید پڑ گیا۔

"وہ... وہ اس وقت نہیں آتے،" چاچا نے سرگوشی کی۔

"کون نہیں آتے؟" دانیال نے پوچھا۔

قدم قریب آرہے تھے۔ ایک، دو، تین۔ پھر وہ رک گئے۔ بالکل تہہ خانے کے دروازے کے اوپر۔

چاچا نے دروازے کی طرف دیکھا، ان کی آنکھوں میں وہ خوف تھا جو ماہ نور نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"پرنسپل صاحب،" انہوں نے کہا۔

سیڑھیوں پر قدموں کی آہٹ رکی۔ بالکل تہہ خانے کے دروازے کے اوپر۔
پھر دروازہ کھلا، اور پرنسپل صاحب اندر آئے۔

ان کے چہرے پر وہ سختی تھی جو ماہ نور نے صرف ایک بار دیکھی تھی۔ اس دن جب ایک لڑکے نے امتحان میں نقل کی تھی۔ ان کی نظر پہلے چاچا پر پڑی، پھر میز پر کھلے رجسٹر پر، پھر اس سرخ قلم پر۔

”یہ کیا ہو رہا ہے یہاں؟“ ان کی آواز تہہ خانے کی دیواروں سے ٹکرا کر گونجی۔
چاچا کی زبان گنگ ہو گئی۔ ”صاحب... وہ... بچے...“

ماہ نور نے ہمت کی۔ ”پرنسپل صاحب، یہ رجسٹر... اس میں ایک نام ہے۔
ارحم۔“

پرنسپل صاحب کے چہرے کا رنگ ایک لمحے کے لیے بدلا۔ اتنی جلدی کہ اگر ماہ نور دیکھ نہ رہی ہوتی تو چھوٹ جائے۔ ”پرانے کاغذ ہیں، بچی۔ پرانے کاغذوں میں غلطیاں ہوتی ہیں۔“ وہ میز کی طرف بڑھے اور رجسٹر بند کرنے لگے۔

”تو یہ غلطی بھی پرانی ہے؟“ فائزہ نے آخری صفحے کی طرف اشارہ کیا۔ ”یہ روشنائی تو ابھی گیلی ہے۔ یہ آج لکھی گئی ہے۔“

پرنسپل صاحب کا ہاتھ ہوا میں رک گیا۔

اسی لمحے چاچا بول پڑے۔ آہستہ، مگر صاف: ”صاحب... جس دن آپ نے یہ کمرہ بند کروایا تھا، اس دن آپ خود یہیں تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ آپ نے اسی سرخ قلم سے رجسٹر میں کچھ لکھا تھا۔“

سننا اچھا گیا۔ اتنا گہرا کہ میز پر رکھے قلم کی ٹک ٹک بھی سنائی دینے لگی۔ حالانکہ قلم بل نہیں رہا تھا۔

پرنسپل صاحب نے چاچا کو دیکھا۔ پھر بچوں کو۔ ان کی آواز جب آئی تو وہ پہلے جیسی سخت نہیں تھی۔ تھکی ہوئی تھی۔

”ارحم کبھی اس اسکول میں داخل نہیں ہوا۔“ انہوں نے ہر لفظ نپا تلا کہا۔ ”یہی سرکاری سچ ہے۔ اور سرکاری سچ سے بڑا کوئی سچ نہیں ہوتا۔ سمجھے تم لوگ؟“

انہوں نے میز سے سرخ قلم اٹھایا اور اپنی جیب میں ڈال لیا۔ ”یہ قلم اسکول کی امانت ہے۔“ پھر دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ ”اب سب اوپر۔ اور یہ کمرہ... یہ کمرہ تم نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔“

بچے ایک ایک کر کے سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ ماہ نور سب سے آخر میں تھی۔ دروازے سے نکلتے ہوئے اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

پرنسپل صاحب رجسٹر کے سامنے کھڑے تھے۔ رجسٹر اب بھی کھلا تھا۔ اور ان کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ جیسے وہ کسی سے بات کر رہے ہوں۔ مگر کمرے میں ان کے سوا کوئی نہیں تھا۔

ماہ نور نے جلدی سے نظریں پھیریں اور سیڑھیاں چڑھ گئی۔ اس کا دل اتنی زور سے دھڑک رہا تھا کہ اسے لگا سب سن لیں گے۔

باہر دھوپ میں حیرہ نے اس کا بازو پکڑا۔ ”تم نے دیکھا؟ وہ کسی سے بات کر رہے تھے۔“

”کمرے میں تو کوئی نہیں تھا،“ دانیال نے سرگوشی کی۔

”یا تھا،“ ریان نے کہا، ”اور ہمیں نظر نہیں آیا۔“

اس رات ماہ نور کو نیند نہیں آئی۔ وہ بار بار وہی منظر سوچتی رہی۔ پرنسپل صاحب کے ملتے ہوئے، خالی کمرہ، سرخ قلم۔

آؤ ہی رات کو اس کا فون بجا۔ نامعلوم نمبر سے ایک تصویر آئی تھی۔

تصویر میں رجسٹر کا آخری صفحہ تھا۔ وہی انتباہ، وہی تازہ روشنائی۔ مگر اس کے نیچے ایک نئی سطر تھی۔ اتنی تازہ کہ روشنائی تصویر میں بھی چمک رہی تھی۔

بچوں جیسے حروف میں صرف ایک نام لکھا تھا:

ماہ نور نے فون تکیے کے نیچے چھپا دیا تھا، مگر اسکرین کی روشنی اس کی آنکھوں کے سامنے سے نہیں ہٹ رہی تھی۔ تصویر میں رجسٹر کا آخری صفحہ تھا۔ وہی انتباہ، وہی تازہ روشنائی۔ اور اس کے نیچے، بچوں جیسے حروف میں، اس کا اپنا نام۔

ماہ نور۔

صبح وہ اسکول جلدی پہنچی۔ حیرہ، دانیال، فائزہ اور ریان پہلے سے گیٹ پر اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے فون نکالا اور تصویر دکھائی۔ حیرہ کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ ”یہ... یہ تمہارے ہاتھ کی لکھائی جیسی لگ رہی ہے۔“

”میں نے نہیں لکھا!“ ماہ نور کی آواز ٹوٹ گئی۔ ”میں قسم کھاتی ہوں، میں نے نہیں لکھا!“

”کوئی تمہیں ڈرا رہا ہے،“ دانیال نے کہا۔ ”یا... کوئی تمہیں بلا رہا ہے۔“

فائزہ نے آہستہ کہا، ”ارحم کے نام کے آگے بھی یہی روشنائی تھی۔‘موجود‘۔ تم نے سوچا ہے... وہ لفظ کس کے لیے لکھا گیا تھا؟“

سب خاموش ہو گئے۔

اسی لمحے گیٹ کے پاس چاچا نمودار ہوئے۔ ان کی آنکھیں سرخ تھیں، جیسے ساری رات سوئے نہ ہوں۔ انہوں نے ماہ نور کو ایک طرف بلایا۔

”بچی،“ ان کی آواز دھیمی تھی، ”آج تہہ خانے کی طرف مت جانا۔ میں نے صبح فجر کے وقت پر انسپل صاحب کو وہاں دیکھا تھا۔ وہی سرخ قلم ان کے ہاتھ میں تھا۔ اور وہ رجسٹر میں کچھ لکھ رہے تھے... مسکرا رہے تھے۔“

”مسکرا رہے تھے؟“

”جیسی مسکراہٹ...“ چاچا نے نگل لیا، ”جیسی کسی کو جیت کی خوشی ہو۔“

”آج لنچ میں ہم پھر جائیں گے،“ ماہ نور نے فیصلہ کیا۔ ”پر انسپل صاحب نے کہا تھا وہ کمرہ ہم نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔ تو آج ہم دیکھیں گے کہ وہاں اب کیا ہے۔“

مگر لنچ سے پہلے ہی کچھ ہوا۔

تیسرے پیریڈ میں استانی حاضری لے رہی تھیں۔ ”ماہ نور؟“

”حاضر، مس!“

استانی نے رجسٹر میں نشان لگایا، پھر رک گئیں۔ ان کی انگلیاں صفحے پر تھم گئیں۔ ”یہ... یہ کیا ہے؟“

ماہ نور اٹھ کر ان کے پاس گئی۔ رجسٹر میں اس کے نام کے نیچے، مدہم سیاہی میں، ایک اور ”ماہ نور“ لکھا تھا۔ پرانی سیاہی، دس سال پرانی، بالکل ارحم والے صفحے جیسی۔ اور اس کے آگے، تازہ سرخ روشنائی میں، ایک لفظ:

”موجود۔“

کلاس میں سننا اچھا گیا۔ استانی نے جلدی سے صفحہ پلٹ دیا، مگر ماہ نور نے دیکھ لیا تھا۔ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے؟“ حیرہ نے سرگوشی کی۔ ”تم تو اس اسکول میں اسی سال آئی ہو!“

اسی لمحے ماہ نور کی جیب میں فون ہلا۔ نامعلوم نمبر۔ ایک نئی تصویر۔

اس نے دھڑکتے دل سے کھولی۔

تصویر اسکول کے گیٹ کی تھی۔ ابھی کی، اسی صبح کی۔ پانچ بجے اندر داخل ہو رہے تھے: وہ، حیرہ، دانیال، فائزہ، ریان۔

مگر زمین پر سائے چھ تھے۔

چھٹا سایہ ان سب سے لمبا تھا۔ اور اس کا ہاتھ۔ اس کا ہاتھ ماہ نور کے سائے کے کندھے پر تھا۔

صبح اسکول کے گیٹ پر پانچوں دوست فون کے گرد جمع تھے۔ فاتزہ نے تصویر کو زوم کیا اور سائے گنے۔ ایک، دو، تین، چار، پانچ... چھ۔

چھٹا سایہ سب سے لمبا تھا، اور اس کا ہاتھ ماہ نور کے سائے کے کندھے پر رکھا تھا۔

"دیکھو اس کا رخ،" ریان نے کہا۔ "یہ سایہ ہمارے ساتھ نہیں، ہمارے آگے چل رہا ہے۔ جیسے کوئی ہمارا انتظار کر رہا ہو۔" تہہ خانے میں، جہاں وہ رجسٹر رکھا ہے۔"

لنچ بریک میں چاچا نے انہیں تہہ خانے کے دروازے کے پاس روکا۔ "پرنسپل صاحب آج شہر گئے ہیں،" انہوں نے سرگوشی کی۔ "دس منٹ سے زیادہ نہیں۔ اور یاد رکھو۔ یہ کمرہ تم نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔"

کمرہ ویسا ہی تھا۔ میز، کھلا رجسٹر، اور دیوار پر وہ گھڑی جو کبھی ٹک ٹک نہیں کرتی۔ فاتزہ نے آخری صفحہ کھولا۔ وہی انتباہ، وہی تازہ سرخ روشنائی، اور اس کے نیچے بچوں جیسے حروف میں لکھا نام: ماہ نور۔

مگر آج فائزہ نے وہ دیکھا جو پہلے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ نام کے دائیں کنارے پر، اتنی مدھم روشنائی میں کہ آنکھ دھوکہ کھا جائے، ایک تاریخ لکھی تھی۔ اس نے فون کی ٹارچ جلائی۔

"دس سال پرانی تاریخ،" اس کی آواز کانپ گئی۔ "یہ نام تم نے نہیں لکھا، ماہ نور۔ یہ کسی اور ماہ نور نے لکھا تھا۔ دس سال پہلے۔"

"میرے خاندان میں تو کوئی اور ماہ نور نہیں،" ماہ نور نے سرگوشی کی۔

ریان نے میز کے نیچے سے ایک پرانا لکڑی کا ڈبہ نکالا۔ اندر ایک کاغذ تھا۔ ارحم کے ہاتھ کی لکھائی۔ وہی نوٹ۔ مگر اس بار پورا۔

دانیال نے بلند آواز میں پڑھا: "اس نے کچھ معلوم کر لیا تھا۔"

پھر اگلی سطر: "سرخ روشنائی سے جس کا نام لکھا جاتا ہے، اسے اسکول سے نکالا نہیں جاتا۔ اسے ریکارڈ سے مٹا دیا جاتا ہے۔ پہلے کاغذ سے، پھر یادوں سے۔"

"یعنی ارحم کو مٹا دیا گیا تھا،" حیرہ نے سرگوشی کی۔

"اور اب تمہارا نام بھی وہیں ہے،" فائزہ نے سرخ روشنائی کی طرف دیکھا۔

دروازے پر چاچا کی آواز آئی۔ وہ اندر آگئے تھے، ان کا چہرہ زرد تھا۔ "دس سال پہلے،" انہوں نے کہا، "اس اسکول میں ایک لڑکی پڑھتی تھی۔ نام اس کا

بھی ماہ نور تھا۔ کلاس کی سب سے ذہین بچی۔ اور ارحم کی سب سے اچھی دوست۔"

ماہ نور کا دل رک سا گیا۔ "پھر؟"

"پھر ایک دن وہ آنا بند ہو گئی۔ اور ایک مہینے کے اندر سب اس کا نام بھول گئے۔ سب، سوائے میرے۔ کیونکہ میں نے اس کا نام اپنی ڈائری میں لکھ لیا تھا۔ سرخ رجسٹر کو میں بدل نہیں سکتا تھا، مگر اپنی ڈائری کو تو رکھ سکتا تھا۔"

ماہ نور نے کانپتے ہاتھوں سے کاغذ پلٹا۔ چھپے ایک نئی سطر تھی۔ تازہ روشنائی، ابھی کی لکھی ہوئی:

"مگر اس بار ہم تیار ہیں۔ چھٹا"

"چھٹا؟" ریان نے کہا۔ "چھٹا سایہ؟"

اسی لمحے کمرے کی بتی بجھی۔

اندھیرے میں دیوار پر چھ سائے ابھرے۔ پانچ ان کے اپنے... اور چھٹا، سب سے لمبا۔ اور چھٹا سایہ ہل رہا تھا۔ وہ دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

پھر دروازہ خود بخود کھلا۔

دالان خالی تھا۔ مگر خالی دالان سے ایک آواز آرہی تھی — سرخ قلم کے کاغذ پر
چلنے کی آواز۔ اسی طرح، جیسے کوئی ابھی اسی وقت کسی کا نام لکھ رہا ہو۔
اور ماہ نور کی جیب میں فون ہلا۔

صبح کی اسمبلی میں پرنسپل صاحب واپس آچکے تھے۔ مگر آج ان کی کرسی خالی تھی۔ وہ دفتر میں پولیس کے ساتھ بیٹھے تھے۔

رات بھر پانچوں دوست جاگتے رہے تھے۔ چاچا کی ڈائری، ارحم کا پورا نوٹ، اور رجسٹر کی تصویریں۔ سب کچھ ان کے پاس تھا۔ فائزہ نے ساری رات ایک فائل تیار کی تھی: "سرخ رجسٹر کیس۔"

"تمہیں یقین ہے؟" حیرہ نے پوچھا۔ "اگر نام لینے سے کچھ نہ ہوا تو؟"

ماہ نور نے رجسٹر کی طرف دیکھا۔ "چاچا نے کہا تھا۔ مٹانے کی طاقت تبھی پوری ہوتی ہے جب کوئی یاد نہ رکھے۔ اور ہم یاد رکھتے ہیں۔"

دانیال نے دروازہ بند کیا۔ ریان نے موبائل نکالا۔ ریکارڈنگ آن۔

ماہ نور نے رجسٹر کھولا۔ آخری صفحے پر اس کا اپنا نام۔ سرخ روشنائی میں، دس سال پرانی تاریخ کے ساتھ۔ اس نے قلم اٹھایا۔ کالا قلم۔

اور اپنے نام کے اوپر، صاف حروف میں، اس نے دوبارہ لکھا: ماہ نور۔
کمرے میں سننا اچھا گیا۔

پھر۔ سرخ روشنائی ملنے لگی۔ جیسے پانی میں گھلی سیاہی۔ نام کے گرد سرخ دھند اٹھی، اور آہستہ آہستہ مٹنے لگی۔ پہلے تاریخ مٹی، پھر حروف۔ یہاں تک کہ صفحہ سفید ہو گیا۔

"یہ... کیسے؟" فائزہ کی آواز کانپ رہی تھی۔

"کیونکہ لکھا ہوا نام تبھی مٹتا ہے جب لکھنے والا اسے اپنا مان لے،" چاچا دروازے پر کھڑے تھے۔ "تم نے اپنا نام خود لکھا۔ اب یہ تمہارا ہے، رجسٹر کا نہیں۔"

ماہ نور نے گہرا سانس لیا۔ اب اصل کام باقی تھا۔

اس نے رجسٹر کے وہ صفحے کھولے جو خالی نظر آتے تھے۔ چاچا نے ڈائری سے ایک نام پڑھا، اور ماہ نور نے بلند آواز میں کہا:

"ارحم۔"

ہوا میں جیسے کوئی پردہ ہلا۔

"ماہ نور۔ پہلی ماہ نور۔"

دیوار پر لگی وہ گھڑی جو دس سال سے خاموش تھی۔ ٹک۔

ایک ٹک۔ پھر دوسری۔ پھر ٹک ٹک ٹک۔ گھڑی چلنے لگی!

اور دروازے پر۔ چھٹا سایہ اب سایہ نہیں تھا۔ دھوپ میں ایک لڑکا کھڑا تھا، مسکراتا ہوا۔ اس کا چہرہ سب کو یاد آ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ، جیسے صبح کی دھوپ کہرے میں سے نکلتی ہے۔

"ارحم؟" حیرہ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

"دس سال سے میں یہیں تھا،" ارحم نے کہا۔ "سائے میں۔ انتظار میں۔ تمہارا انتظار۔ تم نے وہ کر دکھایا جو میں نہ کر سکا۔ تم نے ڈر کے بجائے سچ کو چنا۔" پر انسپل صاحب کا راز بھی اسی دن کھلا۔ ارحم نے سب کچھ معلوم کر لیا تھا: پہلی ماہ نور کا کیس، رجسٹر کا غلط استعمال، اور ایجوکیشن بورڈ کو بھیجی جانے والی وہ چھٹی جو کبھی پہنچی نہیں۔ اسی لیے اس کا نام سرخ روشنائی میں لکھا گیا تھا۔ تاکہ سچ کے ساتھ وہ بھی مٹ جائے۔

مگر چاچا کی ڈائری نے اسے بچا لیا تھا۔ ایک یاد بھی مٹانے کو نامکمل رکھتی ہے۔ اگلی صبح اسکول کے نوٹس بورڈ پر ایک پرانی تصویر واپس لگی تھی۔ "ہمارے ہونہار طلبہ" کے فریم میں۔ نیچے نام: ارحم۔ اور اس کے برابر ایک خالی جگہ۔ جس پر لکھا تھا: "ماہ نور (2016)۔ ہم تمہیں بھولے نہیں۔"

چھٹی کے وقت ماہ نور گیٹ پر رکی۔ اس نے چھپو مڑ کر اسکول کی عمارت کو دیکھا۔

گھڑی ٹک ٹک کر رہی تھی۔ رجسٹر اب ایک عام سی کتاب تھی۔ سرخ روشنائی کی جگہ نیلی۔ اور چھ سائے۔ اب پانچ تھے۔ چھٹا سایہ اب دھوپ میں چلتا تھا۔

مگر جاتے جاتے ماہ نور نے ایک بات نوٹ کی۔ رجسٹر کے بالکل آخری صفحے پر، کسی نے ہلکی پنسل سے ایک سوال لکھا تھا:

"اگلا سچ کون ڈھونڈے گا؟"

ماہ نور مسکرائی۔ اس نے پنسل اٹھائی، اور نیچے لکھا:

"ہم۔"

--- ختم شد ---

یہ کتاب NazmHub پر مفت پڑھنے کے لیے شائع ہوئی۔ nazmhub.pages.dev